

می سوخت چو محم اندرون خود میشد بد باغ مردماں و دود
 لے اتند خود اندرون مجھ ۱۲
 (دافنگلی پر وہ نشینی کے بعد)

افانہ سرکے فلکریں گنت	زالماں زباں گہر چیں نغمت
کاں گوشہ نشین روئے بست	پوشے ہمہ وقت دل شکست
چوں غمزدگان بہ خاک خستے	خاشاک ز خواہگہ نرسختے
گاہے ز جگر نوالہ کر دے	گہ جاں بہ عدم حوالہ کر دے
آہیختی نہ داشت کبس	مونس غم آشنائے خود بس
پر داخت دل ز صبر و آرام	گشتے ہمہ شب چو ماہ بر بام
ہنگام سحر ز بخت نامشاد	چوں ابر گر بیتے بہ نیراد
گفتے چو شبیش دراز گشتے	با خود ز فسق سر گزشتے

(یہی انجلی مجوں کی خبر سننی ہے)

گویند ہاں کین فسانہ	زاں شعلہ چیں کشد زبانہ
کاں شمع نہاں گداز شب خیز	پر واہ صفت بر آتش تیز
چوں یافت خبر کہ یار برگشت	واندیشہ دل قفائے برگشت
روزے دوسہ در ز خلق دربت	وز خون دلش زمیں جگر بست
نزدیک برون از دم سرد	نے رغبت خواب نے غم خورد
آنرا کہ دل از تنگیب فرہوت	از شب تار و زیار دور دست

او خود جسمِ عشق و شہت درگا
شد با جسمِ عشق غیرتش یار

بکے کہ شکستہ بال باشد
شاہیں زندش چہ حال باشد

بس کا ندہ سینہ شد فروزش
از دل بہ دہن رسید خوش

پر وہ ضبط میں جو آگ لیلیٰ کو پھونک رہی ہے اس کے لحاظ سے "شمع نماں گداز گیا

حسب حال و بلیغ ہے شکستہ دلی و مایوسی کی حالت میں نخاح مجنوں کی خبر جسمِ کاری

بن کر دل کو پارہ پارہ کرتی ہے۔ غیرت نسوانی صدمہ کو اور زیادہ جانکاہ بنا دیتی ہے۔

اس حالت کا بیان اس شعر میں ہے۔

بکے کہ شکستہ بال باشد

شاہیں زندش چہ حال باشد

چکورا جو ایک بھولا بھالا پرند ہے، باز و شکستہ متبابے مصیبت ہے۔ ایسی حالت میں شاہیں

شکاری جانور، اس پر اٹوٹتا ہے اور جسم پر زخم لگاتا ہے۔ شکاری جانور اچانک اپنی

شکاری پر حملہ کرتے ہیں۔ اور دھستہ جو صدمہ پہنچے وہ زیادہ سنگین ہوتا ہے۔ شکستہ خاطر

بھولی بھالی لیلیٰ نے نخاح مجنوں کی خبر سنی تو اسی طرح اس کی جان پر بھی بن گئی۔ نکتہ

بلاغت، شکستہ بال چکورا پر جو بے خبری میں حملہ شاہیں سے مصیبت پڑی اس کی

تشریح نہیں کی بلکہ چہ حال باشد "کھکر پڑنے والوں کے قیاس پر چھوڑ دیا کہ جہاں تک

چاہیں انداز کو وسعت سے لیں۔ الکنایۃ ابلغ من المصراحة۔

رہل بستر مرگ پر

لیلیٰ کہ بہا بہارِ علیؑ بود
 آتش زدہ گشت زو بہا کس
 آن ریش کهن کہ در جگر و شہت
 آن دل کہ تیشش بہ عشق پال
 آمیخت بہ سرو و زو جانش
 شعلہ زش چنان بر آمد
 پہلو بہ کنار بستر آورد
 گشتش تن کوہ سرین سفالیں
 در آتش تپفتادہ نعلش
 کیوڑ شکبج ناز ماندش
 شد تیرہ جمالِ صبح تابش
 ہم رنج تن و جسم اندہ یار
 یک جاں بد و عنم شدہ گرفتار

(بہار)

تصویرِ فطرت

چون نہا نہ گشا د بادِ نوروز
 ابر از صدف سپہرِ کیر
 سرو از غلم بلند پایہ
 از شبنم کوہ سرین شامل
 شکفت بہارِ عالم افروز
 در گوشِ نغمہ رنجیت گوہر
 بر فرقِ سخن فلکند سایہ
 آراست گلگونے گلِ حائل

غنچہ بدر آمد از شبستان
 پر شیر شدش ز ابر پستان
 بید از سر خنجر گیسو دار
 شد بر سر یا سمن گیسو بار
 نازک تن لاله دل افروز
 لرزنده شد از نسیم نوز
 باشاہدومی خجستہ تا باں
 گشتند بس چمن خراماں

(خندان)

آمد چو خزاں بہ غارت باغ
 بنشست بجائے مہلاں ز باغ
 زخارہ لاله پر ز چین گشت
 آئینہ آب آہنیں گشت
 ہر غنچہ کہ جسون کرد گستاخ
 در ریختن آمد از سر شاخ
 پر برگ شدہ زمین گلزار
 چون مجلس نکرماں زدینار
 ریزاں گل و لالہ شست و رست
 مالیدہ چنار دست بر دست
 ہر سوسے بر ہنہ گلستانے
 چوں راہ قتادہ کارولنے
 ز آیب طپا پنجانے صصر
 منقار کلاغ بر سر گل
 شیرازہ گل گرہ کشد وہ
 ماندہ ہمہ غنجانے خوشبوئے
 برگے کہ زباہ شد گریزاں
 ہر سو رفتے بروں فتادہ
 از خندہ شکرین توش روئے
 بر گوشہ دواں نقاں و خیراں
 از بانگ زغن ز خواب بستہ

سومن زغبہا رسیبہ پرخار کا زادہ و باخشاں سروکار
 رخسارہ یا ہمیں زمین ساٹے پیانہ لالہ باد پیماٹے
 در زلزله سروورہست خانہ چوں مردم رہست در زمانہ
 نسریں بہلت زمانہ خوردن وز شلخ بہ تازیانہ خوردن
 گیوٹے بنفشہ خاک بوساں چوں زلف خمیدہ عروساں
 در ہم شدہ بعد سنبل از باد شاہ طلب از درخت شمشاد
 لالہ کارنگ بہار و خزاں و دونوں دکھایا ہے۔ بہار کی بہار دیکھو

نازک تن لالہ دل ہنس روز

لرزندہ شد از نسیم نور روز

وہی برگ لالہ خزاں کے صدمے سے پژمردہ ہو کر پر شکن بن جاتا ہے۔ ع

رخشاں لالہ پر زچیں گشت

خزاں کے ہاتھوں جو تباہی باغ پر پڑی اُس کی تشبیہ اُس کا رواں سے جس کو توڑا

نے ابھی ابھی لوٹا ہو کس قدر بیخ ہے۔ ع

چوں راہ قتادہ کاروانے

خشک پتوں کو جو ہوا ادھر ادھر اڑاتی پھرتی ہے اُس کا تصور باندھ کر اس مصرع

کو بکر پڑھو ع

ہر گوشہ دواں نقاں و خیزاں

خود کھدو گے کہ ہو ہو تصویر کھینچ گئی۔ ”سردراست“ کے زلزلہ کی تشبیہ راست باز آدمیوں کی پریشان حالی سے جو زمانے کے ہاتھوں نصیب ہوتی ہے کیسی دلکش ہے۔
 (دوسرے کی پیش)

یک وز بگاہ نیسم وزاں	کابنم شدہ زاقاب سوزاں
جانے نہ کہ دیدہ را برد خواب	ابرے نہ کہ تشنہ زاد ہ آب
مرغانِ حمن جسزیدہ در شاخ	در رفتہ خزندگاں بہ سوراخ
خورشید چنانچہ تیزی اوست	یکشاد چو مار از آدمی پوست
در حوضہ خشک از آتش و آب	صد پاں شدہ زمین بے آب
در دشت سرابائے کیں توڑ	چوں وعدہ سفنگاں جگر سوز
مرغابی در آرزوے آبے	خوں خوردہ بگردہر سرابے
ریگ از بطنختہ در گرانی	چوں تا بہ بروز میہمانی
از گرمی ریگمائے گرداں	پر آبلہ پاسے رہ نوردان
بہر کس بچیں ہوائے ناخوش	در حجرہ سرد کردہ جا خوش

واقعہ نگاری | افسانہ نگاری کا کمال یہ ہے کہ فرضی قصہ اس انداز سے بیان ہو کہ

واقعہ معلوم ہونے لگے۔ اس کے لئے شاعر کو فطرت انسانی اور واقعات کا کمال

بہت شناس ہونا چاہیے۔ جن شعرا کو یہ ملکہ حاصل تھا وہی اس میدان کو کامیابی سے

طے کر سکے۔ فتویٰ مجنوں لیلیٰ میں دو ماؤں کا ذکر ہے ایک مجنوں کی دوسری لیلیٰ کی۔

دو تو مائیں اپنے اپنے تخت جگر کی رسوائی کا حال سُنتی ہیں۔ مگر نازک فرق یہ ہے کہ ایک لڑکے کی رسوائی سُنتی ہے دوسری لڑکی کی۔ ظاہر ہے کہ دونوں کے فکر و بیخ میں ایک لطیف تفاوت ہے۔ حضرت امیر خسرو اس فرق کو پیش نظر رکھ کر دونوں کا حال لکھتے ہیں۔ اسی طرح جس موقع پر محبوں کا باپ اور اس کی ماں اپنے تخت جگر کو نصیحت کرتی ہے تو وہاں بھی اس نازک فرق کو ملحوظ رکھا ہے جو ایک ما اور ایک باپ کے جذبات اور اندازِ فہمائش میں ہو سکتا ہے۔

دیہلی کی ما کو اس کی واقفگی معلوم ہوتی ہے

چوں رفت بگوش بہر کس این از	وز بہر طرفے برآمد آواز
تا گشت ز گفتگوئے او باش	بر ما در پیلی این خبہ فاش
ما در زہیب شرم اغیار	بنشست بگوشہ دل ہنگام
ز ان آتش وہ زبانہ ترسید	وز سر زنش زمانہ ترسید
فرزند خجستہ را ہنسانی	بنشانہ ز راہ ہمسربانی
گفت اے دل و دیدہ مرا نور	از رونے تو با چشم بد دور
دانی کہ جہاں فریب ناک ست	آسود گیش غم و ہلاک ست
ہر کاسہ کہ خوان و ہمدارو	پنہاں بنوالہ زہر دارو
ہر نسیخ گلے کہ در بہارے ست	در دامن او نفعہ خاکے ست
تو سادہ مزاجی و تنک دل	وز نیک و بد زمانہ عنفل

چوں اہل زمانہ را وفا نیست
 ہاں تا کنی عنانِ دل سُست
 القصۃ شنیدہ ام کہ جائے
 ترسم کہ چو گردایں خبر فاش
 با ایں تن پاک و گوہر پاک
 جائے منیش کہ چوں نہی پاک
 صوفی کہ شود بہ مجلس سے
 عشق ارحم بود بہ صدق و پاک
 گردم نہ زنتد کار داناں

(بچوں کی ما)

در پیش نشست و زار بگریست
 گفنا کہ بہ است مرگ ازین زیست
 تا زادہ شد از عدم وجودم
 رنجے ز جہاں نیسا ز مودم
 دولت ہم عمر آنچنان دہشت
 کز آئندہ دہر بر کراں دہشت
 از ادم دہشت بخت فیروز
 ز آسیب زمانہ تا بامروز
 و اکنون کہ دمید صبح پیری
 کافوری گشت تلف قیری
 بالائے چو تیر شد کمانم
 آمد تیز لزل استخوانم
 پسند کہ در چہنیں زمانے
 سوز و ہنمت گسار جانے

مردانہ بر آ رہائے از گل
تا بو کہ بصیر فرخ انجم
ماہم ز پیت چنانکہ دہنیم
بندی بجدائے خوشین دل
از کام روا بر آیدت کام
جدے کبکیم تا تو ہم

(بجوں کا باب)

پیر از جگر کباب گشت
بگریست برو بخستہ معانی
میدوخت بزاری از گزندش
کائے شمع دل و چراغ دیدہ
با آن خردے کہ داشت ایت
درد کہ ہنسا د بر تو ایں بار
پیرانہ سرم گزاشتہ چہر
بودم گماں کہ گاہ پیری
چوں بکنند ایں تن سفالین
خود گشت دریں سفال پرورد
دریاب کہ عمر ما سر آمد
جنید درائے کار و انم
گست زہ کان خستم
بوج شستہ بہ خون آب گشت
بوید سرش بہ ہستہ بانی
میداد ز سوز سینه بندش
سے میوہ جان و باغ دیدہ
چوں در وصل اوقاد پائیت
سودائے کہ کرد با تو ایں کار
بر پیری من نیادت مہر
مونس شویم بدست گیری
نخوار تو باشیم بہ بالین
پیش از تن من سفال تو خورد
طوفان اجل بسر آمد
ہو دج طلبید سار بانم
وز زلزلا شست شد خستم

گرچوں خلفاں شوی جس گروز
 باشد خلف از برائے اس روز
 ثناب کہ تا درین عشق آباد
 پیش از اجلم رہی بہ فریاد
 زیں پس کہ بہ بستم ثنابی
 جو نیم بے ولے نیابی
 نقد تو ہماں بود کہ خنداں
 یعنی بہ جمال ارجنداں
 با وقت عزیز و عیش و لکش
 یاران عشرت زرا کنی خوش
 زیناں نفسے چہ بل مشر
 عمرت نہ با وسہل مشر
 آن تھہ کہ قیمت ست جانش
 ضائع چہ کنی بہ را بجانش
 سستی بہ لعلہ پست گشتن
 وز جام نخت مست گشتن
 گر واقعہ چند سینہ سوزست
 مردی ز پئے کد ام روزست
 زیں غم ہمہ گرم را دیارست
 غم ہیچ مخور کہ در کن راست
 گر بر مہ آسماں نہی ہوش
 کو شتم کہ رسانمت را آغوش

آپ نے تینوں نظموں میں لیلیٰ کی ما جیسے ہی لیلیٰ کے تعلق خاطر کا حال سنئی ہے
 رسوائی و بدنامی کے خیال سے جگر تمام لیتی ہے اور فرطِ صدمہ سے ایک گوشہ میں
 جا بیٹھتی ہے۔ بالآخر سنبھلتی اور لیلیٰ کو تنہائی میں سمجھاتی ہے۔ شرم غیرت کی جذبات کو
 ابھار کے اور بدنامی و رسوائی سے خوف دلا کر اس کا خیال بدل دینے کی کوشش
 کرتی ہے۔ یہ بھی سمجھاتی ہے کہ اپنا سزا نہ ہو فائز ہو گا نہ کمانا چاہیے نصف نادرک
 کے خیال میں مرد ایک خود غرض مخلوق ہے۔ ہی کی جھلک اس نصیحت میں ہے۔ ابتدا

محبت میں عموماً اپنی پاک بازی پر بھروسہ اور یہ گمان ہوتا ہے کہ ہم پاک باز ہیں تو ہم کو
کوئی بُرا کئے گا کیا حق رکھتا ہے۔ لیلیٰ کی ماں اس خیال کی بھی تردید کرتی ہے۔

صوفی کہ رود بہ مجلس سے

ابستہ چکد پیالہ برو سے

بالآخر قبیلہ شبہ بھی رفع کر دیتی ہے۔

گردم نہ زند کارواناں

چوں باز رہی ز بدگماناں

اہل خرد بدنام کرنے سے احتیاط بھی کریں تو بدگمانوں سے کب پناہ مل سکتی ہے غالباً
ایسے موقع پر اس سے بہتر نصیحت کا پیرا یہ نہیں ہو سکتا۔

مجنوں کی ما اپنے فرزند کی گرفتاری کا حال سن کر اس کو اس پیرا یہ میں

سمجھاتی ہے کہ اب تک میں آرام سے رہی ہوں اب مجھ کو صدمہ جانکاہ مت دے۔

پھر اس کو مردانہ ہمت یاد دلا کر ضبط و صبر کی جانب رہنمائی کرتی اور بالآخر حصول

مدعا میں حتی الامکان کوشش کی قسلی دیتی ہے۔ مجنوں کا باپ بھی یہی نصیحت کرتا ہے

مگر مردانہ لہجہ و انداز میں کہتا ہے کہ اولاد بڑھاپے کا سہارا ہوتی ہے۔ مجھ کو بھروسہ تھا

کہ پیری کے وقت تو میری دست گیری و ہمدردی کرے گا مگر تو خود ہمدردی و

دست گیری کا محتاج ہے۔ پھر اپنے بڑھاپے پر اس کو رحم دلانے کی کوشش کرتا ہے۔

دوست احباب کے جلسے یاد دلا کر اس طرف طبیعت کو مائل کرتا ہے۔ عمر کے گرانمایہ ہونے

اور بیکار نہ کرنے کا فلسفہ سمجھاتا ہے۔ اور اس کی دانشمندی سے اپیل کرتا ہے۔ ع

باآن خروے کہ دانت ربت

پھر روانہ جذبات کو تحریک میں لا کر صبر و ضبط کی تلقین کرتا ہے۔ بالآخر یہ کہتا ہے کہ کچھ بھی ہو اس کا دامن مقصود بھرو دیا جائے گا۔

دیکھو اپنی ضعیفی و سبکی اس طسح بیان کرتی ہے،

واکٹوں کہ دید صبح پیری	کا فوری گشت زلفِ قیری
بالائے چو تیر شد کمانم	و آمد بتزلزل استخوانم
مہند کہ در چنین زمانے	سوز و نعت گسسته جانے

باپ بڑھاپے اور ناتوانی کا یوں اظہار کرتا ہے،

دریاب کہ عمر ہا سر آمد	طوفانِ اہل بس در آمد
جنید درائے کار و انم	بوج طلبید سار بانم
گست زہ کسانِ نخم	وز زلزله سست شد در نخم
گرچوں خلفاں شوی جگر سوز	باشد خلف از برائے اس روز

ان دو شعروں کا مقابلہ کرو، زمانہ عجز اور مردانہ قوت کا پتہ لگے گا:

}	بالائے چو تیر شد کمانم	}	باپ
	و آمد بتزلزل استخوانم		
	گست زہ کسانِ نخم		
}	وز زلزله سست شد در نخم	}	باپ

وعدہ کوشش کا فرق :

ماہم زپیت چنانکہ وائیم
جہدے بکنیم تا تو ائیم

یعنی جہاں تک ہم سے ہو سکے گا کوشش کریں گے۔

زین غم ہمہ گرمہ مراد یارست
غم ہیچ مخور کہ در کنارست
گر بر مہ آساں نہی ہوش
کوشم کہ رسانت در توش

باپ

اپنا مقصود اپنے دامن میں آیا سمجھ۔ آسمان کا چاند بھی ہے تو اُس کو تیرے پاس
لانے کی کوشش کروں گا۔

ایک اور واقعہ کی تصویر مجنوں جوش جنوں میں سرگرداں ہو مخلوق کا پیچھے
ہجوم ہے۔ دیوانوں کے اُستاد لڑکے بھی سرگرم ضیافت ہیں :

میرفت چو باد کوہ بر کوہ	خلقے زپیش دواں بانہوہ
ہر کس بہ لطافت جو انیش	مخورد قوس سز ندگانیش
انیش زور و نہ پند می داد	وانش بہ جفا گزندی داد
طغلاں بہ نطان شک دروست	انیش زدواں شکست داد

باوجود اس جوہر جفا کے مجنوں کا کیا حال تھا :

با آن شبخے کہ در گزر بود دیوانہ ز خویش سبے خبر بود
 میراند ز آب دیدہ روئے می گفت چو بلبلان سر دئے
 زیادہ تشریح کی حاجت نہیں۔ لڑکوں کے سارے طوفان بے تیزی کا نقشہ اس
 ایک مصرع میں کھینچ کر دریا کون میں بند کر دیا ہے۔ ع
 اینش زد و آں شکست و خست
 چوٹ کی یہ تین ہی قسمیں ہو سکتی ہیں نحیف، شدید، مہلک۔
 ایک اور واقعہ نگاری: بعد دعوت مجنوں کا پیام شادی دیا گیا۔ اس کو سن کر
 یلی کے باپ کا حال اور جواب،

ایں قصہ کہ کردینر باں گوش از بس خجلی باندا خاموش
 بر خود قدرے چو مار پیچید وانکہ بچو اب دُر بسجید
 گفتا چہ کنم کہ میہمانی ورنہ کنم آں سزا کہ دانی
 ہر نکتہ کزاں کے بر نجد رنجیدہ شود کے کہ سجد
 شخصے کہ ز نقش تا سر انجام مارا بقبیلہ کرو بد نام
 دیوانہ دست لایالی وز مرد می زمانہ حسالی
 از بے نیگی قناد و رنگ از بے نیگی بہ خوردن رنگ
 خلق از خبرش بہ کوچہ و در انگشت بہ گوش دست بر سر
 زیں گو نہ حریف ناخردمند در خورد کجا بود بہ پیوند

لڑکی کا پیام سن کر جو حجاب ہوتا ہے اس کی تصویر۔ ع

از بس خجلی بانڈ خاموش

مجھوں کی حالت کی وجہ سے پیام کی ناگواری۔ ع

برخود قدر سے چو مار پچید

یہ تین مضمون صاف کہہ رہے ہیں کہ یہ قصہ سر زمین عرب کا ہے:

ع گفتا چہ کہم کہ میہانی

ع مارا بہ قسیدہ کرد بدنام

ع وانکہ بخدا ہی خداوند

از صدق عتیدہ خورد سوگند

کیں در نشو و کشا وہ تا دیر

گر کار زباں رسد بہ پیشتر

ایک باریلی ناقہ پر سوار ہو کر مجھوں کے پاس گئی ہے۔ مجھوں کے ہدم ہر قسم کے درندے

تھے اس واقعہ کے بیان میں یہ پہلا امیر خسرو کے نکتہ سیخ قلم سے فرو گذاشت نہیں ہوتا

کہ اونٹ درندوں سے ڈرتا ہے۔ بلی کا ناقہ درندوں کی بو سونگ کر رک جاتا ہے:

اوختستہ و گرد او دوانش بجوں شیران شکار پاسبانش

از بوئے دوان صید فرمائے از کار شد جازہ را پائے

اس ملاقات کی خوشی درندوں کے سوا کون مناتا۔

از عشرت آں دو مستی جام در رقص درآمد دو دو دام

کانے بھی حاضر ہیں ۷

ہر خار کشیدہ دُور با شے

می کر د چشم بد خرا شے

سحر حلال اشاعر کا اعلیٰ کمال یہ ہے کہ اُس کو یہ قدرت ہو کہ چاہے تو مخاطب کے دل میں ایک چیز سے نفرت پیدا کرے اور چاہے رغبت۔ دنیا میں کوئی چیز مطلق نہیں ہے کہ کوئی صفت اُس میں نہ ہو۔ نہ خیر محض ہے (سوائے ذات باری تعالیٰ کے) کہ اُس میں کوئی بُرائی نہ ہو۔ فطرت کا مصور (شاعر) ہر ایک شے کے اچھے بُرے پہلو دیکھتا اور اپنے سحر انگیز بیان کے زور سے رغبت دلانے یا نفرت پیدا کروانے کا کام لے لیتا ہے۔

حضرت امیر خسرو ایک موقع پر سب لیلیٰ کے ذکر میں یہ جا دو بیانی دکھاتے ہیں۔ اول دیکھو کیا گھناؤنا اور مکروہ صورت کتا ہے۔

(بچن پھرتے پھرتے ایک موقع پر پہنچا ہے)

وید از طر ف گذر بسوے غلطیہ سگے بہ کنج کوئے

خارش زودہ و خراش خردہ و از پہلوئے خود تراش خوردہ

در گرد سرش چو فرق نقاب و ز سلخ تنش چو پیش قصاب

خم یافت در تنی گمش راہ گشتہ یگش شبہ تنی گاہ

از دم دہنش سر از ماندہ
دندانش ز خندہ باز ماندہ
سر تا قدمش جرات و ریش
شویاں بزباں جرات خویش
بے لقمہ گلونے لقمہ خویش
لیدن دست و پائے کارش

گلی میں ایک خاشکی کٹا پڑا ہوا ہے۔ خارش سے سارا جسم گھائل ہے پہلو میں جسم ہو گئے ہیں زخموں سے خون بہتا ہے۔ سر خاک میں گھسا ہوا ہے۔ منہ کھلے کا کھلا رہ گیا ہے کمر کبڑی ہو گئی ہے۔ بھوکوں کا مارا پیٹ کمر سے جا لگا ہے۔ سر سے پاؤں تک زخموں سے چوراہر خون آلودہ زخموں کو زبان سے چاٹ رہا ہے۔ اس نصرت انگیز مخلوق کو مجنوں دیکھتا ہے۔

مجنوں چو بہ حال او نظر کرد
در پیش دوید و دیدہ تر کرد
بگرفت بہ رفق در کنارش
می شست بگرہائے زارش
جایش ز کلوخ و خار می رفت
وز پائے و سرش غبار می رفت
یہ مجنونانہ حرکت نہیں ہے۔ حق شناسی و حق پسندی کا جوش ہے۔ وجہ سننے۔
گفت اے گلت از وفا شترتہ
نقش فلک از وفا نوشتہ
ہم نان کسان حلال خورد
ہم خوردہ خود حلال کردہ
کردہ زین حلال خواری
بامنعم خویش حق گزاری
جانت ز طلال خواری گمت
و آسود گیت حسرت ہم پیوست
پیکار پزیر پاسبانان
بیدار کن خسرت اس بانان

از سایہ تو رسیدہ نقاب	چوں سایہ کہ وارد ز نقاب
از خاستن شب سیامت	میموں شدہ خواب صبح کاہت
تو شیر جوان و مست بودہ	وز شیر و پلنگ جاں ربودہ
مشتوقہ خسر و ان پنجپہ	دافلندہ بدوش زلف زنجیر
صدخوں زلفت چکیدہ در خاک	وز لوث جنایت دہن پاک
امر و زکرہ بازماندی از کار	خواری ہمہ با امرانہ خوار

مجنوں کتاب لے گئے و فاتیری گھسی میں پڑی ہے۔ حلال کی کمائی تو کھاتا ہے۔ اپنے محسن کا حق خدمت و وفاداری پورا کرتا ہے۔ اُس کی جان و مال کی حفاظت پر اپنا آرام قربان کر دیتا ہے۔ جو پاسان اپنی خدمت انجام دینے میں سُستی کرتے ہیں اُن کا تو دشمن ہے۔ چور تیرے سایہ سے بھاگتے ہیں۔ رات بھر کی محنت کے بعد صبح کا تیرا سونا مبارک ہے۔ جب تو جوان تھا تو شیر و پلنگ تجھے کاہنتے تھے۔ بادشاہوں کا معشوق تھا۔ دوش پر زنجیر کی زلف پڑی ہوتی تھی۔ ان اوصاف کو پڑھ کر فرمائے کہ جس مخلوق میں یہ وصف ہوں اُس کی کون قدر نہ کرے۔ اس صفت کو تو

جانت ز حلال خواری گہمت

و آسودگیت حرام پیوت

جس انسان پر یہ شعر صادق آجائے وہ قدم چومنے کے قابل ہوگا۔ گتے کا یہ

معمولی وصف ہے۔ مجنوں کے پیار کا فلسفہ اس سے بھی اعلیٰ ہے۔

پائے تو کہ گشت بردر یار
 از حسرت آنکہ چشم آں ماہ
 خواہم کہ شکافم این دل تنگ
 خاکت بخرہ خام از پائے
 ہستیم من تو ہر دو شب گرد
 بر چشم منش منراہست رفتار
 دیدہ است بہ جانب تو گر گاہ
 دست کشت چو لیل و ننگ
 در دیدہ کشم کہ بہت از بجائے
 لیکن تو بہ نالہ و من از درد

ایک شخص نے مجھوں کی اس سگ نوازی پر اعتراض کیا تو وہ جواب دیتا ہے:

گر من تہ پائے سگ نم بوس
 این پاکہ بہ شہر و کونے گشت است
 روزیش بہ کونے آں پری کش
 تقسیم ویم نہ از پئے دوست
 زان پائے بود نہ زیں لب انبوس
 پیش در یار من گذشتہ است
 دیدم گذراں بہ دیدہ خویش
 کش دوست گرفتیم از پئے دوست

(مجھوں کا نالہ مستانہ)

سوزو کہ از

ماہیچ کسان کوئے یاریم
 جانے نہ و با خنہ ہم ایم
 گرا از خرو و پرنیاں کہ ایم
 بے منت تاج سر فرایم
 جامہ ز پلاس ہاں دوزیم
 گنجے ست غم اندرون سینہ
 ما سونجکان حسام کاریم
 نورے نہ و یار آفت ایم
 در زیر حکیم بادشاہیم
 بے زحمت دیدہ عشق باہیم
 خانہ ز پئے نطان سوزیم
 مار است کلید آں حسرتیم

می آئی یا بروں حسیرام	جانم ز فسق برب آمد
دوری ز تو واسطے جسوری	گفتی کہ صبر شو بہ دوری
بنواز بہ شربت پسیم	بنمائے ریخ چو یامیسیم
گزار کہ بردرت شوم خاک	تینم بزین آستان بکن پاک
کز وود غمت نباشم سو	آسودہ مباد جانم آن روز
بہیات کہے تو چوں تو انست	گیرم خوش و شاد ماں تو انست
کشتم چه سو چوں شدم غرق	سیلاب بلا برآمد از فسق
انگشت منہ کہ شعلہ تیزست	بر سوز دلم کہ رستخیزست
پندار کہ چشمہ است از درد	ہر قطرہ خون بریں ریخ زرد
درد تو دوائے جان من باد	مہر تو در استخوان من باد

(دہلی کی زارنالی ویرانہ عاشق سے مراجعت کے بعد)

بنیاد صبوریم در فہت او	بازم غم عشق در سہ افتاد
خود را بوبال من گرو کرد	باز این دل خستہ در دنو کرد
کہ عقل نشاں نما ند با من	بازم ہو سے گرفت دامن
بر بست برسے من در روز	باز این شب تیرہ جبکہ سوز
طوفان ز نور سر بر آورد	خون موج درونہ بر سر آورد
از سینہ گذشت بر سر فہت او	دو دے کہ ز شوق در بر افتاد

طاقت برمید چند جو شرم	آتش بدرونہ چسپند پوشم
گیرم کہ بود بہ پردہ جاہم	وز حجرہ غنم بروں نیام
ایں خانہ شگافت نالہ زار	پوشیدہ کجا شود بہ دیوار
آن را کہ درونہ چاک باشد	از پردہ دری چہ باک باشد
در مجلس عشق جسم خوردن	ونکہ غم تنگ نام خوردن
دست من و آستین یارم	گو خلق کنند نگارم
شوریدہ کہ غرق حال باشد	رُسوا شد نش جسمال باشد
ہر کبک دری بہ تیز گامی	بر لالہ و گل بہ خوش خرامی
میکس من مستند دل تنگ	مجویں بلا چو لعل درنگ
اے دوست کہ بے منی و با من	آتش زدہ یا توی و یا من
زارم ز غمت عظیم زارم	وستے کہ زد دست رفت کام
گر کہ زمانہ بے وفائی	بارے تو کن کہ آشنائی
مانطع حیات در نوشتم	تو دیر بزی کہ ما گد شتم

حقائق و معارف | مجوز لیلی اگرچہ ایک عشقیہ داستان ہے لیکن امیر خسرو کی دقیقہ بینی نے جا بجا اس میں ایسے معارف درج کر دیئے ہیں جو ایک کامیاب زندگی اور رفعت مرتبہ کے واسطے دستور العمل بن سکتے ہیں۔

لیکن بنو حیات جساوید دکال انسانی ہمت علم پر منحصر ہے
 تا سرنگشی بہ ماہ و خورشید

واں رہست باوچ آسماں سر کز جو بر علم یافت افسر
 (علم سطحی دوسری نوبت میں وکمال ہونا چاہئے)

آن نیست نشان علم والا کز خلق بری به حیل کال
 علم آن باشد کن کند پاک نے زرق مژوران چالاک
 آن تختہ درست کن بہ تکرار گا کہ شوی از ہنسیات کا
 (مرد بچنے کی کوشش کرنی چاہئے)

چوں مرد بگرد مردی گرد نے ہچو بخیل نا جو ہنر
 سرمایہ مردی مکن کم کز مردی ست قدر مردم
 (دوست اور دوستی)

تا پانہ نہی بدستاری از دوست خواہ دوست داری
 یاسے کہ بجاں نیسا زمانی در کار خود شش ہر روانی
 صد یار بود بہ نام شکست چوں کار بجاں فتدیکے نیت
 (آسودگی دل کار از)

خواہی کہ نگردی آرزو مند می باش بہر چہ پست خوردند
 پویاں حریم دے ز روست خوردندی دل صلاے مرد
 (عزت ہمت کا فرم ہے)

خواہی شرف و بزرگواری میکوش بہتے کہ داری

کاس تن کہ بیٹے سرشتہ است مردم نگری وے ذشتہ است
فی الجملہ بسرچہ دست سانی ہمت چوتوی بود بر آئی

(سبے اصول کام پکاری سے بہتر ہے)

بے بہرہ کہ کار کردنش بخت بیکار ترین مردماں اوست
(سستی ارادہ کو بھی نست کر دیتی ہے)

آن خواجہ کہ کاہی ست خویش کاہل تر از دست آرزویش
(جو کام کرو کوشش کے ساتھ کرو)

ہر کہ علم شدی بہ کاسے در غایت آن بکوش باسے
(تھوڑی بھی چیز بت سی بُری سے بہتر ہے)

یک شاخ کہ میوہ دہد تر بہتر ز ہزار باغ بے بر
یک نبل خوش نوائے و دلکش بہتر ز دوصد کلایغ ناخوش
(اچھا لکھو اگرچہ تھوڑا ہو)

آن بہ کہ چونکتہ سگالی حرفے بنود ز نکتہ خالی
نے چوں حبشی کہ از تباہی نورے نہ و عالم سیاہی
جو لوگ بے معنی دفتر سیاہ کرتے ہیں ان کی تحسیریوں کی تشبیہ حبشی سے کیا
خوب ہے۔ ع

نورے نہ و عالم سیاہی

خطِ مراتب امیر خسرو کو دقیقہ سنجی و واقعہ نگاری کا جو ملک مبد ر فیاض سے عطا ہوا تھا اُس کی جانب ہم اوپر اشارہ کر چکے ہیں۔ اسی صفت کا اثر ہے کہ اُن کے کلام میں خطِ مراتب کا پہلو نمایاں ہے اور اُن کا قلم کبھی دائرہ اعتدال سے باہر نہیں جاتا۔ سب سے زیادہ لغزش گاہ پیر کی معجہ ہے۔ زورِ مبالغہ کبھی حد رسالت سے ٹکرا دیتا ہے اور کبھی سذالوہیت سے۔ حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیا محبوب الہی قدس سرہ کے ساتھ جو جوش عقیدت امیر خسرو کو تھا اور جو شفقت حضرت کو اُن کے حال پر تھی وہ یادگار زمانہ ہے۔ تاہم مع مُرشد میں پورا لحاظ حفظ مرتبہ کا رکھا ہے۔ اور ایک لفظ قلم سے ایسا نہیں نکلا جو اس دائرہ سے باہر ہو۔ مع ہذا پیر کی مع میں ذرہ برابر کمی نہیں کی۔ غالباً یہ مع نونہ مع کمی جاسکتی ہے۔

چوں گوہر مع خواجہ ستم	از غیب شنیدم سچ گفتم
اکنوں قدرے دُر معانی	ریزم بسر جنید ثانی
قطبِ زمین و پناہِ ایماں	سر حیدر حیدر کریماں
در شرع نظامِ دینِ احمد	یعنی کہ نظامِ دینِ محمد
در حجرہٴ فقتہ بادشاہے	در عالمِ دل جہاں پناہے
بر خاک ز رحمت آسمانی	بر چرخ ز دولت آسمانی
بر مہ ز گلیم برودہ رایت	سلطانِ ممالک و ولایت
شاہنشہ بے سر ریوے تاج	شاہانش بہ خاکِ پائے محتاج

وزیر از ہمسایہ کیہ پرداز	در پردہ غیب محرم راز
برہر دو جہاں قدم بنا دہ	در عالم وحدت ایستادہ
در پایہ بسندگی رسیدہ	از خوابگی استیتیں کشیدہ
بیدار ترین شب نشیناں	مینا ز جمہد پاک بیناں
بر فرخ فرشتگان زندگام	ہر شب کہ رو دریں کنہام
گویند بہ عرش قم علی الشاق	در پیش دو نہ جمہد مشاق
خسرو چو تار چاکرش باد	منہ ز ہمسایہ بر ترش باد

تشبیہ | شاعری کے کلمات میں سے خوبی تشبیہ بھی ہے۔ تشبیہ کا سن یہ ہے کہ وضع ہو اور بدیع یعنی جس کی تشبیہ ہو اس کا پورا نقشہ کھینچے۔ اسی کے ساتھ ندرت کا پہلو لے ہوئے ہو۔ امیر خسرو نے جنوں ملی میں بہت سی نادر تشبیہیں پیدا کی ہیں۔ بعض نمونے اوپر درج ہو چکے ہیں۔ چناب لکھے جاتے ہیں۔ جانا باز دلا اور جب میدان میں حملہ آور ہوتا ہے تو اس پھرتی اور بیک دستی سے ہر سمت حملہ کرتا ہے کہ اس کی تلوار شعلہ جوالہ بن جاتی ہے۔ دیکھنے والوں کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک ہی وقت میں چاروں طرف ہاتھ مار رہا ہے۔ امیر خسرو اپنے بھائی کے ہنوں کا بیان فرماتے ہیں:

رو از جمہ سو بزم چوں تیغ

تیغ از جمہ رو چو برق درین

علاوہ خوبی تشبیہ دونوں مصرعوں کا تقابل اور تیغ کی الٹ پلٹ قابل داد ہے۔